کتاب کا سوانحی حصہ پڑھتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا فضل محمد کی زندگی میں ایک ایسا مرحلہ بھی آیا جب ان کے اپنے احباب کو ان سے شکایت پیدا ہوئی اور اس طرح وہ اپنے دوستوں سے دل برداشتہ ہو گئے' تاہم مولف نے اس اجمال کی تفصیل بیان کرنے سے اجتناب کیا ہے۔ شاید "معاصر تاریخ" لکھنے میں جو مشکلات پیش آتی ہیں' وہی مولف کے آڑے آئی ہیں۔

اصلاح درس نظامی کے سلسلے میں مشاہیر کے مکتوبات بالخصوص خاصے کی چیز ہیں' ترمیم و اصلاح کے حامیوں میں جہاں مولانا اعزاز علی دیوبندی' مولانا محمد میاں مولف "علماء ہند کا شاندار ماضی"' مولانا خیر محمد جالندھری' مولانا مناظر احسن گیلانی' مولانا ابوالکلام آزاد اور مفتی سیاح الدین کاکاخیل کے مکتوبات درج کیے گئے ہیں' وہیں ترمیم و اصلاح کی مخالفت کرنے والوں میں مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کے مولانا عبدالرحمن کامل پوری اور دارالعلوم دیوبند کے مفتی مولانا فاروق احمد کے افکار شامل اشاعت ہیں۔ درس نظامی میں ترمیم و اصلاح کے سلسلے میں مولانا فاروق احمد نے پتے کی بات لکھی ہے کہ "جن کا کام ہے وہ کرتے نہیں اور جو کرنا چاہتے ہیں' ان کے بس کی بات نہیں۔ (ص ۳۷۷) ندوۃ العلماء لکھنؤ سے لے کر مولانا اشرف علی تھانوی کی کوششوں تک یہ گفتگو کی گئی ہے تاہم مولانا آزاد کی سوچ کے مطابق مسئلہ نصاب ہی کا نہیں بلکہ انداز تدریس کا بھی ہے۔

"ماہ فضل و کمال" محنت اور حسن سلیقہ سے لکھی گئی ہے' تاہم کہیں کہیں مولف نے ایسی باتیں کہہ دی ہیں جن سے اتفاق مشکل ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ "مسلمانوں کے لیے ہندوستان میں ایک علیحدہ مملکت کا تصور پہلے پہل انہوں نے پیش کیا جسے علامہ اقبال نے پروان چڑھایا۔ (ص ۱۸۳) اس میں کوئی شبہ نہیں کہ مولانا تھانوی نے آل انڈیا مسلم لیگ سے تعاون کیا تھا' مگر انہیں برصغیر میں مسلم مملکت کے تصور کا بانی قرار دینا درست نہیں۔ اور اگر واقعی ایسا ہے تو اس مقصد کے لیے تاریخی شواہد کا سامنے آنا ضروری تھا۔

مولانا غلام غوث ہزاروی (م ۱۹۸۱ء) کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ "آپ کئی بار ایم۔ این۔ اے۔ منتخب ہوئے۔ (ص ۲۹۱) حالانکہ درست بات یہ ہے کہ وہ ایک بار مغربی پاکستان اسمبلی کے رکن اور ایک بار ۱۹۷۰ء میں ایم۔ این۔ اے چنے گئے تھے۔

مولانا اعزاز علی دیوبندی کے مکتوب اور اس کے تعارفی نوٹ میں شاہ محمد غوث گوالیاری کا نام "غوث علی" لکھا گیا ہے۔ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ مولانا کا سہو قلم ہے یا کاتب کی کرشمہ سازی؟

تبصرہ نگار کو کتاب میں ایک کمی محسوس ہوئی کہ جس اصلاح شدہ نصاب کی تیاری کے لیے طویل مراسلت اور غور و فکر کا عمل جاری رہا۔ یہ "اصلاح شدہ نصاب" کتاب میں درج ہونے سے رہ گیا ہے۔ اسی طرح دور حاضر میں کتاب کا اشاریوں سے محروم رہنا بھی کھلتا ہے' جب کہ مولف دینی تعلیم سے بہرہ مند ہونے کے ساتھ ساتھ "جدید" معیار تدوین سے ناواقف نہیں ہیں۔

"ماہ فضل و کمال" سفید کاغذ پر چھپی ہے اور خوبصورت جلد سے مزین ہے۔

افکار انہی کے الفاظ میں یہ ہیں۔ جمہوری سیاست نہ صرف شیطانی ہے۔ مغربی جمہوریت اس کی موجودہ شکل و صورت میں ایک باطل فلسفہ ہے اور اس میں سراسر گمراہی ہے' مقننہ' قانون ساز اسمبلی یا اور ایسی اصطلاحیں غیر اسلامی ہیں۔ جمہوریت گروہ بندی اور سیاسی پارٹیوں کو جنم دیتی ہے اور انتخاب کے ذریعے طبقاتی نفرت پیدا کی جاتی ہے۔ (ماخوذ از ص ۷۳-۷۵)

اسی طرح وہ قرار داد مقاصد کو بھی مسلمان علماء اور مفکرین کی بھول قرار دیتے ہیں۔ ان کے اپنے الفاظ یہ ہیں۔ "دراصل ہماری قرار داد مقاصد ۱۹۴۹ء میں بھی ہم سے بھول ہو گئی کہ اس کی رو سے ہم خلیفتہ اللہ یا اللہ کے نائب بن گئے۔ خلیفہ اللہ صرف نبی ہوتا ہے! ..... مغل بادشاہ اکبر خلیفتہ اللہ بنا تو اس پر کفر کے فتوے لگے" (ص ۷۴)

اس کتاب میں بعض مسلمان مصنفین کو نام لیکر ہدف تنقید بنایا گیا اور برا بھلا کہنے سے بھی گریز نہیں کیا گیا۔ فاضل مصنف کی تحریر ملاحظہ فرمایئے۔ "انگریزوں کی ایماء پر نظام حیدر آباد نے اس کو نواب اعظم یار جنگ (مراد جناب نواب بہادر یار جنگ ہیں) کا خطاب دیا۔ حالانکہ اس کے لئے بہترین خطاب فرار جنگ تھا۔ راقم نے اس مردود کی سازش کو بے نقاب کیا ہے" (ص ۸۰) "کوشش کے باوجود مودودی صاحب فلسفہ جہاد کی روح تک نہیں پہنچ سکے بلکہ ان کی کتاب "جہاد فی الاسلام" اسلام کے ساتھ ایک بہت بڑا مذاق ہے" (ص ۸۱)

اس کتاب میں حدیث " اطلبوا العلم ولو کان بالصین ۔ کی صحت سے انکار کیا گیا ہے۔ اور اس انکار کی وجہ خود فاضل مصنف کے الفاظ میں یہ ہے۔ "بہرحال یہ حدیث بھی ثقہ نہیں اور صحاح ستہ کی کسی کتاب میں ایسی کوئی حدیث دیکھنے میں نہیں آئی" (ص ۸۹)

اسلام میں مستقل فوج کے قیام کے بارے میں فاضل مصنف امیر افضل خان رقم طراز ہیں "فوج کی تنخواہوں کا بندوبست کیا گیا۔ وظائف مقرر کئے گئے۔ پنشن کا بندوبست کیا گیا کہ اللہ تعالی کے اس سلسلے میں واضح احکام موجود تھے۔ (ص ۵۰۷) یہ احکام کون سے ہیں وضاحت مطلوب ہے۔ کیونکہ اسلام میں ایسے احکام ہماری نظر سے نہیں گذرے۔

اس کتاب میں آیات قرآنی اور احادیث نبوی کا عربی متن عموماً شامل نہیں کیا گیا اور اردو ترجمہ سے کام چلایا گیا ہے۔ البتہ اگر کوئی آیت قرآنی تحریر ہے تو اس کی صورت ملاحظہ فرمایئے۔ کہ شاید ہی کوئی لفظ درست لکھا گیا ہے "آیت مبارکہ یوں تحریر ہے" اطیعوااللہ' اطیعو

الرسول، واولامر منکم " (ص ۷۴)

زیرِ نظر کتاب کا مواد تاریخ سے حاصل کیا گیا ہے اور سیرت طیبہ کے بنیادی مصادر کا حوالہ کے طور پر ذکر کیا گیا ہے ۔ چنانچہ جناب امیر افضل خان لکھتے ہیں۔ " راقم نے اول حیثیت مورخین کو دی ہے اور اپنے بیانات کے سلسلے میں احادیث مبارکہ کو حوالہ کے طور پر پیش کیا" (ص ۱۸)۔ یہ حقیقت تمام سیرت نگاروں کے ہاں مسلمہ ہے کہ قرآن حکیم سیرت طیبہ کا اولین ماخذ ہے۔ احادیث نبوی حیات رسول کا دوسرا بنیادی مصدر ہیں۔ اس لئے قرآن و حدیث کو ترک کرکے کسی اور چیز کو اولین ماخذ بنانے سے سیرت طیبہ کی کتاب کی قدر و قیمت مجروح ہوتی ہے۔

اس کتاب میں مضامین سیرت کا تسلسل بھی قائم نہیں رہتا کیونکہ فاضل مصنف مختلف واقعات سیرت بیان کر کے تبصرہ کے نام سے کتاب میں جابجا اپنا مدعا یا نظریہ بیان کرتے ہیں۔ جس سے واقعات کا تسلسل ٹوٹ جاتا ہے۔ اور واقعات سیرت اور فاضل مصنف کی آراء بعض اوقات اس طرح گڈ مڈ ہو جاتی ہیں۔ کہ قاری کے لئے ان میں تمیز کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ نیز فاضل مصنف کے اخذ کردہ نتائج سے بھی اتفاق نہیں کیا جا سکتا۔

فاضل مصنف نے اپنی اس کاوش کو جابجا تحقیقی مطالعہ قرار دیا ہے۔ لیکن اس کتاب میں بنیادی تحقیقی تقاضے بھی پورے نہیں ہوتے۔ آیات قرآنی، احادیث نبوی، واقعات سیرت نیز دیگر تصانیف کے اقتباسات کے حوالہ جات درج ہی نہیں کئے گئے۔ نہ ہی کتاب میں فہرست مصادر شامل کی گئی ہے۔ البتہ کتاب کے پیش لفظ میں صرف ابن اسحاق، واقدی اور ابن سعد سے متعارف کرایا گیا ہے۔ (ص ۱۵۔ ۱۷) کتاب کی زبان خاصی کمزور ہے۔ جملوں کی ساخت، تذکیر و تانیث اور واحد و جمع کی کمزوریاں کتاب میں جابجا دکھائی دیتی ہیں۔ کتاب میں املاء کے چند نمونے پیش خدمت ہیں "مسلم بن قطیبہ، ابن الموردی، بیھقی، بجرانی، دعوت الکبیر اور ابن ابی سنہ، یہ سب الفاظ اسمائے معرفہ ہیں اور کتاب کے دو صفحات (ص ۱۷۔ ۱۸) سے ماخوذ ہیں۔ جس سے باقی کتاب کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔" اس لئے ضروری ہے کہ آئندہ اشاعت سے پہلے اس کتاب کی فنی تدوین کسی ماہر فن سے کرائی جائے۔

ان چند باتوں کے علاوہ مجموعی طور پر یہ کتاب اردو ادب سیرت میں ایک اضافہ ہے جس سے رسول اللہ کی زندگی کے جمالی اور جلالی پہلو سمجھنے میں مدد ملتی ہے۔